

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَظَرَات

ماہنامہ دارالعلوم کی گذشتہ اشاعت میں ایک صاحب نے حضرتنا الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ الکشمیریؒ کے متعلق اپنی ذاتی شہادت لکھی ہے کہ حضرت نے ایک مجلس میں فرمایا کہ فلسفہ قدیم اسلام سے بہت دور تھا اور اس کے مقابلہ میں موجودہ سائنس اسلام سے بہت قریب ہے۔ کتنے لوگوں نے یہ فقرہ پڑھا ہوگا لیکن اس ایک چند حرفی فقرہ کی اہمیت کیا ہے؟ یہ کم لوگوں کو محسوس ہوا ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب اسلامی علوم و فنون اور عربی زبان و ادب میں تو امامِ وقت اور یگانہ روزگار تھے ہی جس کا اعتراف سب کو ہے لیکن اس کا علم شاید کم ہی لوگوں کو ہوگا کہ حضرتنا الاستاذ موجودہ سائنس یعنی فزیکس، کیمسٹری اور بیالوجی کا بھی بڑا وسیع مطالعہ رکھتے تھے اور ان علوم میں ان کی نظر مبصرانہ تھی۔ آئزک نیوٹن اور دوسرے علماء سائنس کی کتابوں کے تراجم عربی زبان میں ہو چکے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے انھیں تراجم کی مدد سے ان علوم کا مطالعہ کیا تھا اور ان میں اس درجہ درک و بصیرت پیدا کر لی تھی کہ طلبہ کی ایک مخصوص جماعت کو جن میں ایک مولانا محمد بدر عالم صاحب مولف ترجمان السنہ بھی تھے۔ باقاعدہ سائنس کا درس دیتے تھے۔

ناقد جلیل صاحب جو آج کل یو۔ پی سکریٹریٹ میں اعلیٰ عہدہ پر ہیں۔ جس زمانہ میں علی گڑھ میں سائنس کے مشہور طالب علم تھے۔ ایک مرتبہ سیوہارہ میں حضرت شاہ صاحب سے ملے اور اس تقرر کے متعلق کچھ سوالات کئے۔ حضرتنا الاستاذ نے ان سوالات کے جو مفصل جوابات دیئے۔ ناقد جلیل صاحب کہتے تھے کہ یہ جوابات اس درجہ عالمانہ اور فاضلانہ تھے کہ ہماری یونیورسٹی کا ایک پروفیسر اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ بہر حال لکھنے کا منشا یہ ہے کہ سائنس کو اسلام سے قریب تر جس ذات گرامی نے کہا ہے وہ صرف ابن حجر و قتادہ ابن تیمیہ عصری نہیں تھی بلکہ سائنس کے مختلف علوم سے بھی بڑی حد تک آشنا اور اس کی مبصر تھی اس بنا پر آپ کا یہ ارشاد ایک بیرونی تماشائی کا نہیں بلکہ محرم خانہ اور واقف راز

اندرون کا ارشاد ہے اور اس بناء پر علماء اور انگریزی تعلیم یافتہ دونوں کے لئے نہایت اہم اور سبق آموز ہے۔
 مثلاً فلسفہ قدیم کے وہ مسلمات و نظریات جن سے اسلام کو شدید نقصان پہنچاؤں میں سے ایک
 یہ بھی ہے کہ عرض قائم بالخیر ہوتا ہے اور لایق سمانیت اس کا وجود آئی اور فانی ہوتا ہے۔ اس ایک
 مسئلہ کی وجہ سے اعمال کا وزن ناممکن ہو جاتا ہے۔ افعال کے صدور سے قبل استطاعت کا وجود محال
 قرار پاتا ہے۔ قیامت کے دن ہاتھ پاؤں کی شہادت کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ صحیح بخاری میں ہے
 ”کلمتان خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان“ اس کی کوئی اصل باقی نہیں رہتی۔
 لیکن سائنس نے تمام چیزوں کی اصل انرجی کو تسلیم کر کے ان تمام دس دس وادہام کا خاتمہ کر دیا ہے،
 آج حرارت، آواز اور خیال تک کی پیمائش اور ان کا وزن کیا جاسکتا ہے۔ انسان کا چہرہ اور اس کے
 اعضا اپنی زبان میں گفتگو کرتے نظر آتے ہیں سائنس کے تخلیقی شاہکاروں کا دار و مدار تین ہی چیزوں پر
 ہے۔ بجلی، کوئلہ اور پیٹرول۔ آخر الذکر دونوں چیزیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ قرآن نے اذ انزلنا
 الارض زلزلا لہا ولخرجنا منها ماء وھاہ وقال لا انسان ما لہا یومئذ
 تحدث اخبارھا بان ربک اوحی لہا کہہ کر پہلے ہی موجودہ عہد کی ان ترقیات اور جیاوگی
 کی کرشمہ سازیوں کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ پھر آج کل ایٹم کی انرجی کا بڑا شہرہ ہے۔ آپ جانتے ہیں
 یہ ایٹم قدیم فلسفہ کا وہی جز لا یتجزی ہے جس کو فلسفہ نے ہمیشہ رد کیا لیکن قرآن نے کل ھمزق کہہ
 کر فلسفہ کی اغلو طہ کاری کا پردہ چاک کیا اور اس طرح قیامت کے ثبوت کے لئے ایک راہ ہموار
 کی شاعر نے کہا تھا:- ”ہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرہ کا دل چیریں“ لیکن آج ایٹم کی بے پناہ
 طاقت کے انکشاف کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ شاعر نے نری شاعری کی تھی اور حقیقت بیانی
 نہیں کی تھی۔

پھر اسی سائنس کا صدقہ ہے کہ خدا کا وجود اپنے تمام کمالات الوہیت کے ساتھ عقلی طور پر
 جس قدر آج یقینی اور قطعی ہو گیا ہے اب سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ علمائے سائنس نے اس کثرت
 اور شدت کے ساتھ خدا کے وجود کا اقرار کیا ہے کہ اب سائنس کے طالب علم ہونے کے معنی ہی ”موحد“

ہوتا ہیں۔

اس سلسلہ میں مٹسائن اور دہانت ہیڈ کے نام خاص طور پر لئے جاسکتے ہیں جن میں سے اول لڑکے نے مادہ کا تصور ہی ختم کر دیا اور موخر الذکر نے ریاضی کے اصول سے خدا کے وجود اور اُس کی صفات کا اثبات کیا اور غالباً سائنس کی اسی پیدا کی ہوئی عام فضا کا اثر ہے کہ پچھلے دنوں روس کی کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر خرشچیف بھی تقریر کرتے کرتے بے ساختہ خدا کا نام لے پڑے اور ان کے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھ گئے

علامہ بریں غور کرو جہوریت۔ مساوات انسانی۔ شرف و مجد نبی آدم۔ عالمی شہریت بحیثیت باہمی۔ وحدت دیان۔ یہ سب جو آج کی دنیا کے سب سے زیادہ محبوب نعرے ہیں۔ کس کی صدائے بازگشت ہیں؟ ان تمام انکار کا اصل منبع اور سرچشمہ کہاں ہے؟ وہی وادئی بطحا جس کی ارض پاک پر آخری کتاب الہی کا نزول ہوا یا کوئی اور؟ اگر یہ ایک حقیقت ثابت ہے اور جوش عقیدت کا شاعرانہ پیرایہ اظہار نہیں تو بادر کرنا چاہیے کہ آج دنیا علمی اور فکری و نظری اعتبار سے اسلام جتنی قریب آگئی ہے اتنی کبھی نہیں آئی تھی۔ فکر و نظر کی گمراہی اور عقل و دانش کی غلط اندیشیوں کا وہ کون سا تلخ تجربہ ہے جو دنیا نے نہیں کر لیا۔ اور جس کے تباہ کن نتائج خود اُس نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ لئے۔ آج یہ کیا ہے کہ وہی یورپ اور امریکہ جو خدا شناسی کے لئے مشہور تھے۔ وہاں گراہم سبلی کی دعوت خدا شناسی پر لاکھوں انسان سر ہٹتے ہیں اور درود کر پھر خدا کی طرف لوٹ جانے کا عہد و پیمان کرتے ہیں اور وہ اپنی ایک ایک تقریر سے ہزاروں مردوں اور عورتوں کو بیک وقت بیتہمہ لینے پر مجبور کر دیتا ہے یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ انسانیت کا مردہ صنم بھر بیدار ہو رہا ہے۔ اور اُس کی اخلاقی جس کی رگوں میں زندگی کا پھر تازہ خون پیدا ہو رہا ہے۔

ان حالات

میں سوچنا اور غور کرنا چاہیے کہ خود دین حق اور مذہب قیم کے علم برداروں کا کیا فرض ہے اور اُس فرض کو کس طرح ادا کیا جاسکتا ہے؟